سلسلہ : رسائلِ فتاوی رضویہ

جلد: نوّیں

رسالہ نمبر 3

۱۳۱۱ھ

بذل الجوائزِ علی الدّعاء بعد صلاۃ الجنائزِ

(نمازِ جنازہ کے بعد دُعا کرنے پر انعامات کی تقسیم)

پیشکش: مجلسِ آئی ٹی (دعوتِ اسلامی)

بذل الجوائز علی الدّعاء بعد صلاۃ الجنائز ۱۳۱۱ھ

(نمازِ جنازہ کے بعد دُعا کرنے پر انعامات کی تقسیم)

مسئلہ نمبر ۶۴: استفتاء از کانپور

بشرف ملاحظہ جامع المعقول والمنقول، واقف الفروع والا صول حضرت مولانا مولوی احمد رضاخاں صاحب مدظلہ العالی، پس از تسلیم معروض، براہِ کرم اس کا جواب مرحمت فرمائے گا۔ والتسلیم محمد عبدالوہاب از کانپور، مدرسہ فیض عام۔

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ان دنوں جو بلاد دکن وغیرہ میں یہ امر مروج ہے کہ بعد سلام نماز جنازہ قبل تفرق صفوف یعنی امام ومقتدی دونوں رُوبقبلہ اسی ہیئتِ معلومہ صلاۃ جنازہ پر قائم رہتے ہیں اور میّت کے حق میں چند دعائیں وسورہ فاتحہ وغیرہ پڑھ کر بخشتے ہیں آیا یہ امر شرعًا جائز ہے یا نہیں؟ امید کہ اس کا شافی جواب بحوالہ عباراتِ کتبِ معتبرہ مذہب حنفیّہ مرحمت ہو۔ بینوا توجروا۔

الجواب:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم والحمدللہ مجیب الدعوات وافضل الصلاۃ واکمل التحیات علی ملاذ الاحیاء ومعاذ الاموات خالص	اللہ کے نام سے شروع نہایت مہربان، رحم والا۔ سب خوبیاں خدا کے لئے جو دعائیں قبول فرمانے والا ہے، اور بہتر درود، کامل ترین تحیتیں ہوں اُن پر جو زندوں کی پناہ گاہ، مردوں کا مرجع، خالص اور

الخیر ومحض البرکات فی الحیاۃ الاولیٰ والحیاۃ العلیٰی بعد الممات وعلیٰ اٰلہٖ وصحبہٖ کریمی الصفات مابُعد ماضٍ وقُرب اٰتٍ اٰمین۔	محض خیر وبرکت ہمیں دنیا کی زندگی میں اور بعد موت کی بالاتر زندگی میں، اور ان کے بزرگ صفات والے آل واصحاب پر، جب تک کوئی گزرنے والا دُور اور آنے والا قریب ہوتا رہے الٰہی قبول فرما۔(ت)

اواخر ماہِ فاخر حضرت مفیض المفاخر شہر ربیع الآخر ۱۳۱۱ ہجری میں اس مسئلہ کے متعلق ایک سوال بعض اہل علم وسنت نے بمبئی سے بھیجا جس کا اجمالی جواب قدرے تحقیق حدیثی پر مشتمل دیا گیا، اب کہ ۱۲رجب المرجب ۱۳۱۱ھ کو یہ سوال کانپور مدرسہ فیض عام سے آیا اس میں صورت نازلہ شکل مسئلہ بمبئی سے جدا ہے، وہاں یہ تھا کہ بعد نماز جنازہ کے صفوف توڑ کر یہ دعا **اللھم لا تحرمنا اجرہ وتفتنا بعدہ واغفرلنا ولہ** یا مثل اس کے کی جاتی ہے، یہاں یُوں ہے کہ قبل تفرق صفوف روبقبلہ اسی ہیئت معلومہ پر قائم رہتے ہیں الخ ادائے حقِ افتاء کو بس تھا کہ اس صورت خاصہ کا حکم لکھتا مگر ممکن کہ فتوی نظر گاہ عامہ تک پہنچے اور فقیر کو تجربہ ہے کہ بہت عوام تمایز صور سے غفلت کرتے اور بعض ناظرین قصداً بھی انہیں غلط میں ڈالتے ہیں، لہٰذا ایسی جگہ ہمیشہ پوری بات کا ذکر کرنا مناسب کہ **من لم یعرف اھل زمانہ فھو جاھل** (جو اپنے زمانہ والوں سے ناآشنا ہو وہ جاہل ہے۔ت) وہاں تحقیق حدیثی تھی یہاں بعونہٖ عزّوجل ایک مقدمہ تمہید کرکے تنقیح فقہی سے کام لیجئے کہ باوصف تکرار، تکرار بھی نہ ہو اور ایضاح مرام وازاحتِ اوہام بھی بحمداللہ تعالٰی نہایت کو پہنچے۔**فاقول: وباللہ التوفیق وبہ الوصول الی ذری التحقیق** (تو میں کہتا ہوں اور خدا ہی کی جانب سے توفیق ہے اور اسی کی مدد سے بلندی تحقیق تک رسائی ہے۔ت) سلفاً وخلفاً ائمہ اہلسنّت وجماعت رضی اللہ تعالٰی عنہم وعنا بہم کا اجماع ہے کہ امواتِ مسلمین کے لئے دعا محبوب اور شرعاً مطلوب، نصوص شرعیہ آیۃً وحدیثاً بارہا ارسال مطلق واطلاق مرسل پر وارد جن میں کسی زمانہ کی تقلید وتجدید نہیں کہ فلاں وقت تو مستحب ومشروع ہے اور فلاں وقت ناجائز وممنوع۔ چند حدیثیں فتوی اولٰی میں گزریں، یہاں بعض احادیث تازہ ذکر کردوں کہ فیض وعطائے حضرت رسالت علیہ الصّلوٰۃ والتحیۃ محدود نہیں۔

حدیث۱: حضور پرنور سید العالمین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اکثر الدعاء [1] الحاکم فی مستدرک عن	دعا بکثرت کر۔اسے حاکم نے مستدرک میں حضرت ابن عباس

[1] المستدرک علی الصحیحین کتاب الدعاء مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱/۵۲۹

ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما وصححہ ورمز الامام السیوطی لصحتہ۔	رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا اور اسے صحیح کہا۔امام سیوطی نے بھی اس کے صحیح ہونے کا نشان (رمز) لگایا۔

حدیث۲: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

اذاسأل احدکم فلیکثر فانما یسأل ربہ[2]۔ ابن حِبّان فی صحیحہ والطبرانی فی الاوسط عن ام المؤمنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا بسند صحیح۔	جب تم میں سے کوئی شخص دعا مانگے تو بکثرت کرے کہ اپنے رب سے ہی سوال کررہا ہے۔اسے ابن حبان نے اپنی صحیح میں اور طبرانی نے معجم اوسط میں ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے بسند صحیح روایت کیا۔

اقول: یہ حدیث سوال و مسئول دونوں میں تکثیر کی طرف ارشاد فرماتی ہے۔مسئول میں یوں کہ بہت کچھ مانگے،بڑی چیز مانگے کہ آخر ربِّ قدیر سے سوال کرتا ہے، اور سوال میں یوں بار بار مانگے، بکثرت مانگے کہ آخر کریم سے مانگ رہا ہے، وہ تکثیر سوال سے خوش ہوتا ہے،بخلاف ابنِ آدم کے کہ بار بار مانگنے سے جھنجھلا جاتا ہے **فللّٰہ الحمد وحدہ** (تو خدائے یکتا ہی کے لئے ساری خوبیاں ہیں۔ت)

حدیث۳: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

اکثر من الدعاء فان الدعاء یرد القضاء المبرم[3]۔ ابو الشیخ عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	دعا بکثرت مانگ کر دُعا قضائے مبرم کو ٹال دیتی ہے۔اسے ابوالشیخ نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔

اقول: اس معنی کی تحقیق کہ یہاں قضاء مبرم سے کیا مراد ہے، فقیر نے اپنے رسالہ ذیل المدعا لاحسن الوعاء میں ذکر کی۔

حدیث۴: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

لقد بارك اللہ لرجل فی حاجۃ اکثر الدعاء فیہا[4]۔ البیہقی فی الشعب والخطیب	بیشک اللہ تعالٰی نے برکت رکھی آدمی کی اس حاجت میں جس میں وُہ دعا کی کثرت کرے۔اسے بیہقی نے

[2] مجمع الزوائد بحوالہ المعجم الاوسط باب سؤال العبد حوائجہ کلّہا الخ مطبوعہ دارالکتاب بیروت ۱۰/ ۱۵۰
[3] کنز العمال بحوالہ ابی الشیخ عن انس رضی اللہ عنہ حدیث ۳۱۲۰ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت ۲/ ۶۳
[4] شعب الایمان ذکر فصول فی الدعاء مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲/

فی التاریخ عن جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	شعب الایمان میں اور خطیب نے تاریخ میں حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا

حدیث۵: کثرت دعا سے گھبرا کر دعا چھوڑ دینے والے کو فرمایا: ایسے کی دعا قبول نہیں ہوتی۔ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

لا یزال یستجاب للعبد مالم یدع باثم اوقطعیة رحم مالم یستعجل قیل یارسول اللہ ماالاستعجال یقول قددعوت فلم اریستجیب لی فیستحسر عندذلك ویدع الدعاء [5]۔مسلم عن ابی ہریرة رضی اللہ تعالٰی عنہ واصل الحدیث عندالشیخین وابی داؤد والترمذی وابن ماجة جمیعاعنہ وفی الباب وغیرہ۔	بندے کی دعا قبول ہوتی رہتی ہے جب تک کہ کسی گناہ یا قطعِ رحم کا سوال نہ کرے اور جب تک کہ جلد بازی نہ کرے۔ عرض کیا یا رسول اللہ جلد بازی کیا ہے؟ فرمایا جب بندہ کہنے لگے کہ میں نے بار بار دعا کی، قبول ہوتی نظر نہیں آتی، اُس وقت اُکتا کر چھوڑ دے۔ یہ حدیث امام مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی۔ اور اصل حدیث بخاری ، مسلم، ابوداؤد ، ترمذی ، ابن ماجہ سبھی کے یہاں حضرت ابوہریرہ کی روایت سے موجود ہے اور اس باب میں اس کے علاوہ اور حدیثیں ہیں۔(ت)

حدیث۶و۷: حدیثِ حسن میں تصریحًا ارشاد فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

اطلبوا الخیر دھرکم کلہ وتعرضوا النفحات رحمة اللہ فان للہ نفحات من رحمة یصیب بھا من یشاء من عبادہ [6]۔ابوبکر بن ابی الدنیا فی الفرج بعد الشدة والامام الاجل عارف باللہ سیدی محمد الترمذی فی نوادرالاصول والبیھقی فی شعب الایمان وابونعیم فی حلیة الاولیاء عن انس بن مالك وفی الشعب	ہر وقت ہر گھڑی عمر بھر خیر مانگے جاؤ اور تجلیات رحمتِ الٰہی کی تلاش رکھو کہ اللہ عزوجل کے لئے اس کی رحمت کی کچھ تجلیاں ہیں کہ اپنے بندوں میں جسے چاہتا ہے پہنچاتا ہے۔ اسے ابوبکر بن ابی الدنیا نے "الفرج بعد الشدة" میں، امام اجل عارف باللہ سیّدی محمد ترمذی نے نوادرالاصول میں، بیہقی نے شعب الایمان میں ، ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء میں انس بن مالک سے اور شعب الایمان میں حضرت

[5] صحیح مسلم شریف کتاب الذکر والدعاء مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۳۵۲/۲

[6] نوادرالاصول الاصل الرابع والثمانون والمائۃ فی طلب الخیر مطبوعہ دار صادر بیروت ص ۲۲۳

عن ابی هریرة رضی الله تعالٰی عنهما وتقدم نحوه للطبرانی فی المعجم الکبیر عن محمد بن مسلمة رضی الله تعالٰی عنه فی الفتوی الاولی قال العامری حسن صحیح **اقول**: وقولی حسن حسن صحیح لمارایت من تعدد طرقه وقد حسن الشیخ محمد حجازی الشعرانی حدیث المعجم الکبیر۔	ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے بھی روایت کیا۔ اور اسی کے ہم معنی حدیث طبرانی کی معجم کبیر کے حوالے سے حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی روایت پہلے فتوی میں گزر چکی ہے۔ عامری نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ **اقول**: اور میرا اسے حسن کہنا اچھّا اور درست ہے، کیونکہ اس کے متعدد طریق ہیں۔ اور شیخ محمد حجازی شعرانی نے معجم کبیر کی حدیث کو حسن کہا ہے۔ (ت)

یہاں تو بحمد اللہ نہ صرف اطلاق بلکہ صراحۃً تعمیمِ زمانہ ہے جس میں نمازِ جنازہ سے قبل وبعد متصل ومنفصل سب اوقات قطعًا داخل، تو جس وقت دعا کیجئے بلاشبہ عین مامور بہ اور حسن فی حدذاتہ ہے، تو جب تک کسی خاص وقت کی ممانعت شرع مطہر سے ثابت نہ ہو منع وانکارِ حکم شرع کارد وابطال ہے۔ اب وہ عدمِ نقل خصوص وعدم ورود خاص کا شگوفہ جس سے حضرات منکرین امثال مسائل میں اکثر مغالطہ دیتے ہیں، رأسًا ہباء منثور ہوگیا کہ جب بہ تصریح تعمیم امر شرع وارد تو جمیع ازمنہ تحت امر داخل، پھر کسی خاص میں عدمِ ورود کیا معنی، بہ استناد اگر ہوگا تو ایسا ہوگا کہ زید کہے اگرچہ قرآن عظیم میں **اقیموا الصلوٰة** وغیرہا بصیغہ عموم وارد مگر خاص میرا نام لے کر حکم کہاں ہے، تو مجھ پر فرضیتِ نماز کا ثبوت نہیں۔ آپ سے ذی ہوش سے یہی کہا جائے گا کہ جب عام نازل تو تُو بھی داخل۔ اگر مدعی خروج ہے خروج ثابت کر۔ غرض ایسا مکابرہ تو مقیاس الجنون کے اعلٰی نمبر سے کچھ ہی درجے گھٹا ہوگا۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ حسن فی ذاتہ کو کبھی خارج سے کوئی امر مزاحم حسن عارض ہوتا ہے، جو کسی خاص مادہ میں اس کا دعوی کرے وہ مدعی ہے بارِ ثبوت اس کے ذمّہ ہے۔ پھر ظاہر کہ عارض اپنے عروض ہی تک مزاحم رہے گا زائل ہوتے ہی اصل حسن کا حکم عود کرے گا۔ **کما لایخفی علی من له ادنی نصیب من عقل مصیب** (جیسا کہ ہر اس شخص پر واضح ہے جسے عقل صحیح کا کوئی بھی حصہ نصیب ہوا ہے۔ ت) اس مقدمہ واضحہ کے بعد اُن کلماتِ فقہاء پر نظر ڈالئے جن سے بے مایہ صاحبوں کو دھوکا ہو یا ہوشیار لوگ دانستہ عوام کو مغالطہ دیں۔

اقول: عامہ کتب میں یہ عامہ اقوال ہرگز اطلاق وارسال پر نہیں کہ بعد نماز جنازہ مطلقًا دعا کو مکروہ لکھتے ہیں، اور کیونکہ لکھتے کہ خود حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وصحابہ وائمہ سلف وخلف کے اقوال وافعال کثیرہ متواترہ اور انہیں فقہاء کی تصریحاتِ وافرہ وکلماتِ متظافرہ۔ خلاصہ یہ کہ نصوصِ شریعت و

اجماعِ اُمّت اس تعمیم واطلاق کے رَد پر شاہد عدل ہیں، معلوم نہیں حضرات منکرین کے یہاں زیارت قبور نمازِ جنازہ کے بعد ہوتی ہے یا پیشگی ہولیتی ہے، اگر بعد ہی ہوتی ہے تو شاید اُس وقت دعائے اموات میں جواحادیث واقوالِ علماء وفقہائے قدیم وحدیث وارد ہیں اپنے ظہور بین کے سبب اظہار سے غنی ہوں تو اطلاق کا تو کوئی محل ہی نہ تھا۔ ہاں انہوں نے تقیید کی اور کاہے سے کی، بلفظِ قیام یعنی یہ کہا کہ نمازِ جنازہ کے بعد دعا کے لئے قیام برائے دعا نہ کرے، نہ یہ کہ بعد نماز جنازہ دعا ہی نہ کرے۔ جامع الرموز میں ہے: **لایقوم داعیا له**[7] (میت کے لئے دعا کرتے ہوئے نہ ٹھہرے ت) ذخیرہ کبری ومحیط وقنیہ میں ہے: **لا یقوم بالدعاء بعد صلاۃ الجنازۃ**[8] (نمازِ جنازہ کے بعد دعا کے لئے نہ ٹھہرے۔ت) کشف الغطاء میں ہے: قائم نشود بعد از نماز برائے دعا **کذا فی اکثر الکتب**[9] (نماز کے بعد دُعا کے لئے نہ ٹھہرے، ایسا ہی اکثر کتابوں میں ہے۔ت) اُسی میں منقول ہے: منع در کتب بلفظ قیام واقع شدہ[10] (کتابوں میں ممانعت لفظِ قیام کے ساتھ آئی ہے۔ت) تو مانع مطلق اگر ان اقوال سے استدلال کرے، صریح مخالف سے تمسک واستناد کرے گا **ولکن النجدیة قوم یجهلون** (مگر نجدیہ ایسی قوم ہے جس کے پاس علم نہیں۔ت)

ثم اقول: وبالله التوفیق (پھر میں کہتا ہوں، اور خدا ہی سے توفیق ہے۔ت) اب نظر بلند تدقیق پسند تنقیح مناط میں گرم جولاں ہوگی کہ وُہ کیا قیام ہے جس کی قید سے فقہاء یہ حکم دے رہے ہیں۔ آخر نفسِ دُعا اصلاً صالح ممانعت نہیں۔ نہ وہ خود اس کے نفس پر حکم کرتے ہیں، شاید کھڑے ہو کر دُعا منع ہو، یہ غلط ہے۔

قال اللہ تعالٰی: یَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِیٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِهِمْ[11]۔ وقال تعالٰی: وَّ اَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ یَدْعُوْهُ كَادُوْا یَكُوْنُوْنَ عَلَیْهِ	اللہ تعالٰی فرماتا ہے: وہ کھڑے بیٹھے اور لیٹے اللہ کا ذکر کرتے ہیں۔ اور اللہ تعالٰی فرماتا ہے: بے شک جب وُہ بندہ خدا اس سے دعا کرتا کھڑا ہوا۔

[7] جامع الرموز فصل فی الجنائز مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/۲۸۳
[8] قنیہ باب الجنائز مطبوعہ مشتہرہ بالمہانندیہ (انڈیا) ص۵۶
[9] کشف الغطاء فصل ششم نماز جنازہ مطبع احمدی دہلی ص۴۰
[10] کشف الغطاء فصل ششم نماز جنازہ مطبع احمدی دہلی ص۴۰
[11] القرآن ۳/ ۱۹۱

لِبَدًا ﴿۱۹﴾[12]	تو معلوم ہوتا ہے کہ اس پر یہ تہ بہ تہ ٹوٹ پڑیں گے (ت)

شاید خاص میّت کے لئے استادہ دعا منع ہو، یہ بھی غلط۔خود حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے کھڑے ہوکر میّت کے لئے مروی۔خود فقہاء فرماتے ہیں: قبر کے پاس کھڑے ہو کر دعا سنت ہے---فتح القدیر میں ہے:

المعهود منها (ای من السنة) لیس الا زیارتها والدعاء عندها قائما کما کان یفعل رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم فی الخروج الی البقیع[13]۔	سنت سے معہود صرف قبروں کی زیارت ہے اور وہاں کھڑے ہو کر دعا کرنا جیسے بقیع تشریف لے جانے کے وقت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا عمل مبارک تھا۔(ت)

مسلک متقسط میں ہے:

من اٰداب الزیارة ان یسلم ثم یدعوا قائما طویلا اھ ملخصا[14]۔	زیارت قبور کے آداب سے یہ ہے کہ سلام کرے پھر کھڑے ہو کر دیر تک دُعا کرے اھ ملخصًا (ت)

شاید یہ ممانعت صرف نمازِ جنازہ کی حالت میں ہو، بعد دفن اجازت ہو، یہ بھی غلط۔ ہم نے فتوی اولٰی میں حدیث صحیحین ذکر کی کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم نے نعش مبارک امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے گرد ہجوم کیا اور چار طرف سے احاطہ کرکے کھڑے ہوئے امیر المومنین شہید کے لئے دعائیں کرتے رہے۔ پھر سب سے قطع نظر کیجئے تو اس عارض میں مزاحمت حسن وایراث قبیح کی صلاحیت بھی ہو، یا خواہی نخواہی یونہی مزاحم ہو جائے گا۔آخر قیام میں کیا خصوصیت ہے کہ اس کا انضمام دعائے میّت کو کہ شرعًا مطلوب و مندوب تھی مکروہ و معیوب کردے گا۔اب نظر نے ان سب احتمالات کو ساقط پا کر اتنا تو جزم کر لیا کہ کوئی معنی خاص مقصود ہے جو مناط و منشاء حکم ہوسکے۔ پھر وُہ ہے کیا اس کے لئے اس نے باریک راہ تدقیق نکالی اور معانی قیام و مناہج کلام و دلائل احکام پر نگاہ ڈالی، معانیِ قیام دو[٢] نظر آئے: برپا استادن کہ مخالف خفتن و نشستن ہے (یعنی پاؤں پر کھڑا ہونا جو سونے بیٹھنے کے مخالف ہے۔ت) اور توقف و درنگ کہ مخالفِ مقابلِ عجلت و شتاب ہے،

---

12 القرآن ۷۲/۱۹

13 فتح القدیر باب الشہید مطبوعہ نوریہ رضویہ سکّھر ۲/۱۰۲

14 المسلک المتقسط مع ارشاد الساری فصل یستحب زیارۃ اہل المعلی مطبوعہ دار الکتاب العربیۃ بیروت ص ۳۳۴-۳۳۳

کما بیّناہ فی الفتوی الاولی ومنہ قول القائل۔ ولایقوم علی ذل یراد بہ الا الاذلان عیر النجد والوتد فلیس المراد ان حمار النجد عند ارادۃ الذل بہ یقوم ولایقعد بخلاف غیرہ وانہ یقعد انما اراد ان الحمار النجدی یدوم ویصبر علی الذل اماغیرہ فلایرضی بہ۔	جیسا کہ ہم نے اسے پہلے فتوے میں بیان کیااور اسی سے شاعر کا یہ شعر ہے۔ اُس ذلّت پر، جس کا اس کے ساتھ ارادہ کیاجائے قائم نہیں رہتے مگر دو۲ ذلیل تر نجد کاگدھااور اس کے باندھنے کا کُھونٹا۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ جب نجد کے گدھے کے ساتھ ذلّت کا ارادہ کیا جاتا ہے تو وہ کھڑا رہتا ہے بیٹھتا نہیں ہے اور دوسرابیٹھ جاتاہے۔بلکہ مقصود یہ ہے کہ نجدی گدھا ذلّت پر دائم وصابر رہتا ہے اوردوسرا ذلّت سے راضی نہیں ہوتا۔ (ت)

مناہج کلام بھی دو۲ قسم پائے، کہیں تو بعد صلاۃ الجنازہ کی تخصیص ہے: کما فی اکثر العبارات المذکورۃ (جیسا کہ اکثر مذکورہ عبارتوں میں ہے۔ت) اور کہیں حکم مطلق کما فی عبارۃ القھستانی (جیسا کہ قہستانی کی عبارت میں ہے ہے۔ت) بلکہ کہیں قبل نماز کے بھی صاف تصریح،

فی کشف الغطا و پیش از نماز نیز بدعانہ ایستد زیراچہ دعامیکند بدعائیکہ او فرو اکبر است ببودن دعایعنی نماز جنازہ کذافی التجنیس[15]۔	کشف الغطامیں ہے: اور نماز سے پہلے بھی دُعا کے لئے نہ کھڑا ہو اس لئے کہ اسے وہ دعاء کرنی ہے جو اس دعا سے زیادہ وافراور بڑی ہے یعنی نمازِ جنازہ، ایسا ہی تجنیس میں ہے۔ (ت)

حالانکہ پیش از نماز دُعاخود احادیثِ صحیحہ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ثابت وقد مر بعضھا فی الفتوی الاولی (بعض حدیثیں پہلے فتوے میں گزر چکیں۔ت) اور کھڑے ہو کر دعاء بھی صحابہ کرام سے گزری، دلائلِ احکام بھی دو۲ ملے، کہیں نمازِ جنازہ میں زیادت کا شبہ کما فی المحیط والقنیۃ وغیرھما (جیساکہ محیط اور قنیہ وغیرہما میں ہے۔ت) کہیں یہ کہ ایک بار دُعا کر چکا کما نقل عن وجیز الکردری (جیساکہ وجیز کردری سے منقول ہے۔ت) یااس سے افضل دعا کرے گا کما مر عن التجنیس (جیساکہ تجنیس کے حوالے سے گزرا۔ت) اب جواصول و

15 کشف الغطاء فصل ششم نماز جنازہ مطبع احمدی دہلی ص ۴۰۴

فروغ شرع پر نظر کیجئے تو ایک بار دعا کرنے یا آئندہ دعائے افضل کا قصد رکھنے کو منع وانکارِ دعا میں اصلًا مؤثر نہ پایا ورنہ ایک بار سے زیادہ دُعا جائز نہ ہوتی یا مکروہ ٹھہرتی، حالانکہ نصوص متواترہ واجماعِ امت سے اس کی تکثیر محبوب، یا نماز پنجگانہ کے بعد دعا ممنوع و مکروہ قرار پائے گی کہ قعدہ اخیرہ میں دُعا کرچکا ہے حالانکہ احادیث میں اس کا حکم اور زمانہ اقدس سے تمام مسلمین کا اس پر عمل بلکہ قعدہ اخیرہ میں دعا مسنون نہ ہوتی کہ فاتحہ میں اس سے افضل واکمل دُعا ہوچکی، خاص محلِ سخن میں نظر کیجئے تو خود میّت کے لئے بھی قبل از نماز جنازہ وبعد از نماز دونوں وقت دعا فرمانا اور اس کا حکم دینا حضور پُرنور سیّد یوم النشور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ثابت **کما اسلفنا فی الفتوی الاولی** (جیساکہ ہم نے پہلے فتوے میں بیان کیا۔ت) حضور والا صلوٰۃ اللہ تعالٰی وسلامہ علیہ نے خیال نہ فرمایا کہ ایک بار تو ہم دعا کرچکے ہیں یا افضل واکمل دعا فرمانے والے ہیں۔ معہذا ان وجوہ پر قیام و قعود سب یکساں، کیا بیٹھ کر دعا کرے گا تو یہ بات نہ رہے گی کہ افضل دعا کرچکا ہے یا کرنیوالا ہے تو کیا قید قیام پر تطافر کتب غلط وتغلیط ہے یا یہ دلائل دعوی سے بیگانہ۔ ایسی مہمل وجہ پر کلامِ علماء کا حمل جس سے وہ نصوص متواترہ واجماعِ امّت اور خود اپنی تصریحات کثیرہ اور نیز انسانی کلام وتطابق دلیل و دعوی سے صراحۃً دور پڑیں ان کی شان میں کھلی گستاخی اور معاذاللہ ان کے کلام کو کلامِ مجانین سے ملحق کردیتا ہے، جب نظرِ صحیح نے بعونہ تعالٰی سب کانٹے راہِ حق سے صاف کرلئے، قائد توفیق کے مبارک ہاتھ میں ہاتھ دے کر حکم بالجزم کیا کہ اس قسم کے اقوال میں قیام بمعنی وقوف و درنگ ہی ہے۔ اتنا کہتے ہی بحمداللہ تعالٰی سب اعتراض واشکال دفعۃً اُٹھ گئے اور بات میزانِ شرع وعقل پر پوری بچ گئی، فی الواقع نماز کے علاوہ کسی دُعائے طویل کی غرض سے تجہیز جنازہ کو درنگ وتعویق میں ڈالنا شرع مطہر ہرگز پسند نہ فرمائے گی۔ تکثیر دُعا بیشک محبوب ہے مگر اس کے لئے تعویق مطلوب نہیں جس طرح جنائز پر تکثیر جماعت قطعًا مطلوب ہے، مگر اس کے لئے تاخیر محبوب نہیں، جیسے بعض لوگ میت جمعہ کے دن دفن ونماز میں تاخیر کرتے ہیں تاکہ بعد میں جماعتِ عظیم شریک جماعتِ جنازہ ہو۔ تنویر الابصار میں ہے:

کرہ تاخیر صلاتہ و دفنہ لیصلی علیہ جمع عظیم بعد صلاۃ الجمعۃ[16]۔	اس خیال سے کہ نماز جمعہ کے بعد ایک عظیم جماعت نمازِ جنازہ میں شریک ہوگی نمازِ جنازہ اور دفن میں تاخیر کرنا مکروہ ہے۔(ت)

[16] دُرمختار شرح تنویر الابصار باب صلوٰۃ الجنائز مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۲۴

غرض شرع مطہر میں تعجیلِ تجہیز بتاکید تمام مطلوب اور بے ضرورت شرعیہ اس کی تاخیر سے ممانعت، اور نماز کے علاوہ وشرعًا ضروری و واجب نہیں جس کے لئے قیام و درنگ پسند کریں۔ شرع میں جتنی دعا ضروری تھی یعنی نمازِ جنازہ، وہ ہوچکی یا ہونے والی ہے تواس کے سوا اور دعائے طویل کے لئے کیوں رکھ چھوڑیں، بحمداللہ یہ معنی ہیں کلام علماء کے کہ دعا ہوچکی یا ہونے والی ہے **ھکذا ینبغی ان یفھم الکلام واللہ ولی الھدائۃ والانعام** (کلامِ علماء اسی طرح سمجھنا چاہئے اور خداہی ہدایت وانعام کا والی ہے۔ت) اور واقعی جواس معنی قیام پر کلام فرمائیں ان کا مطلق رکھنا **کما فعل الشمس القھستانی** (جیسا کہ شمس قہستانی نے کیا۔ت) یا بالتصریح قبل وبعد نماز دونوں وقت کو لے لینا **کما صنع الامام البرھان الفرغانی** (جیسا کہ امام برہان الدین فرغانی نے کیا۔ت) کچھ بے جا نہ ہوا بلکہ یہی احسن وازین تھا کہ بایں معنی قیام قبل وبعد کسی وقت پسندیدہ نہیں اگرچہ اس تقدیر پر عبارات غیر مع للہ بشبہ زیادت میں تقیید بعد کا یہ منشا ٹھہرا سکتے ہیں کہ قبل نماز عادۃً جنازہ مہیا نہیں ہوتا۔امور ضروریہ غسل وکفن جاری ہوتے ہیں تواس وقت دُعائے طویل میں حرج نہیں کہ تاخیر بغرض دعا نہ ہوگی بخلاف بعد نماز کہ غالبًا کوئی حالتِ منتظرہ لے چلنے سے مانع نہیں ہوتی اور کلامِ فقہاء اکثر امورِ غالبہ پر مبتنی ہوتا ہے)

ومع ھذافالوجہ الاظھر عد جمیع المقیدات من القسم الاٰتی فانہ ھوالافعد الاوفق کما لایخفی۔	اس کے باوجود زیادہ ظاہر ضرورت یہ ہے کہ تمام قیدوں کو قسم آئندہ سے شمار کیا جائے، اس لئے کہ وہ زیادہ مطابق و موافق ہے، جیسا کہ واضح ہے۔(ت)

یہ اس قسم اقوال پر کلام تھا۔۔۔رہی قسم اوّل یعنی جن کلمات میں تخصیص بعدیت اور شبہہ زیادت سے تمسک ہے

اقول: **وباللہ التوفیق** (میں کہتا ہوں اور خداہی سے توفیق ہے۔ت) بدیہیاتِ جلیہ سے ہے کہ یہاں مطلق بعدیت کا ارادہ ہرگز وجہِ صحت نہیں رکھتا کہ استحالاتِ سالفہ کے علاوہ نفسِ تعلیل ہی اس سے آبی کیا آج نماز ہوچکی، کل استادہ دُعا کرو، تو نماز میں کچھ بڑھا دینے کا اشتباہ ہو، لاجرم بعدیت بلافاصل ہی مقصود جس میں نقض سے صفوف وتفرق رجال۔بروجہ اولیٰ داخل کہ جب صفیں کھل گئیں لوگ ہٹ گئے تواس کے بعد کسی فعل کو نماز میں زیادت سے کیا مشابہت رہی۔

کما بیناہ فی الفتوی الاولی وھوبین بنفسہ عند اولی النھی وان تتبغ زیادۃ فاستمع لما یتلی۔	جیسا کہ ہم نے اسے پہلے فتوے میں بیان کیا، اور اہل عقل کے نزدیک وہ خود ہی واضح ہے۔ اور اگر مزید وضاحت مطلوب ہو تو بیان آئندہ بغور سنو(ت)

صحیح مسلم شریف میں ہے سائب بن یزید رضی اللہ تعالٰی عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے پیچھے نمازِ جمعہ پڑھی، سلامِ امام ہوتے ہی سنتیں پڑھنے کھڑے ہوگئے، امیر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے بلاکر

فرمایا:

لا تعد لمافعلت اذاصلیت الجمعة فلاتصلها الصلاة حتی تکلم او تخرج فان رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم امرنا بذلك ان لانوصل صلٰوة بصلٰوة حتی نتکلم او نخرج [17]۔	اب ایسا نہ کرنا جب جمعہ پڑھو تو اُسے اور نماز سے نہ ملاؤ یہاں تک کہ بات کرو یا اس جگہ سے ہٹ جاؤ کہ ہمیں حضور پُر نور سیّد المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ ایک نماز دوسری نماز سے نہ ملائیں یہاں تک کہ کچھ گفتگو کریں یا جگہ سے ہٹ جائیں

علماء فرماتے ہیں وصل سے نہیں اس لئے ہے کہ ایک نماز دوسری نماز کا تمہ نہ معلوم ہو، جمعہ میں دو ۲ رکعت پر زیادت نہ موہوم ہو۔ امام اجل ابوزکریا نووی منہاج میں فرماتے ہیں:

افضله التحول الٰی بیته والا فموضع اُخر من المسجد اوغیرہ لیکثر مواضع سجود ولتنفصل صورة النافلةعن صورة الفریضة [18]۔	بہتر تو یہ ہے کہ گھر جاکر پڑھے، ورنہ مسجد ہی میں یا بیرونِ مسجد کسی اور جگہ پڑھے تاکہ اپنی سجدہ گاہوں کی تعداد بڑھا سکے اور تاکہ نفل کی صورت فرض کی صورت سے جُدا ہوجائے۔(ت)

مولانا علی قاری مرقاۃ میں فرماتے ہیں:

(اذا صلیت الجمعة) هی مثال اذغیرها کذلك، ویؤیدہ ما یاتی من حکمة ذلك کذا ذکر الجمعة بعد خصوص الواقعة للتاکید الزائد فی حقها، لاسیما ویوهم انه یصلی اربعا وانه الظهر، وهذا فی مجتمع العام سبب للایهام (فلاتصلها، بصلٰوة	(جب نمازِ جمعہ پڑھو) یہ بطورِ مثال ہے اس لئے کہ غیر جمعہ کا بھی یہی حکم ہے، اس کی تاکید اس سے ہوتی ہے جو اس کی حکمت بیان کی گئی ہے--اسے ابن حجر نے ذکر کیا--اور ہوسکتا ہے کہ جمعہ کا ذکر اس لئے ہو کہ اس کے بارے میں زیادہ تاکید ہے، خصوصًا اس میں یہ وہم ہوسکتا ہے کہ وہ چار رکعت ظہر پڑھ رہا ہے--اور یہ فعل مجمع عام میں وہم پیدا کرنے کا سبب ہوگا--(تو اسے اور نماز سے نہ ملاؤ

---

17 صحیح مسلم کتاب الجمعۃ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/ ۲۸۸

18 منہاج النووی شرح صحیح مسلم مع مسلم کتاب الجمعۃ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/ ۲۸۸

حتی تکلم) ای احدا من الناس فان بہ یحصل الفصل لابالتکلم بذکراللہ (اوتخرج) ای حقیقۃ اوحکما بان تتاخرعن ذلك المکان والمقصود بھما الفصل بین الصلاتین لئلا یوھم الوصل فالامر للاستحباب والنھی للتنزیہ[19]اھ ملخصا	یہاں تک کہ کلام کرلو) یعنی کسی آدمی سے بات کرلو، اس لئے فرق اسی سے ہوگا، کلام بہ ذکرِ الٰہی سے فرق نہ ہوگا (یا اس جگہ سے نکل جاؤ) یعنی حقیقۃً، اس طرح کہ مسجد سے باہر چلے جاؤ-- یاحکماً--اس طرح کہ اس جگہ سے ہٹ جاؤ---دونوں کا مقصد یہ ہے کہ دونوں نمازوں میں فصل ہوجائے، تاکہ وصل اور ملانے کا وہم نہ پیدا ہو، یہ حکم استحباب کے لئے ہے اور نہی برائے تنزیہ ہے اھ ملخصا (ت)

یہاں سے صاف ثابت کہ ایسے شبہہ کے رفع کو اُس جگہ سے ہٹ جانا بس ہے تو بعض نقض صفوف اس علت کی اصلاً گنجائش نہیں۔لاجرم معنی یہ ہیں کہ نمازِ جنازہ کے بعد اسی ہیئت پر بدستور صفیں باندھے وہیں کھڑے ہوئے دُعا نہ کریں کہ زیادت فی الصلاۃ سے مشابہت نہ ہو۔ یہ معنی صحیح وسدید، بے غبار وفساد ہیں، اور عقلِ سلیم کے نزدیک نفس عبارتِ دلیل سے بالتعین مستفاد۔ یہاں سے روشن ہوا کہ اس قسم کے اقوال میں قیام بمعنی استادن بے تکلف درست اور وجہِ تقلید بھی منکشف ہوگئی، اور بعض علماء کا وُہ استظہار بھی ظاہر ہوگیا کہ اگر نشستہ دُعا کند جائز باشد (اگر بیٹھ کر دعا کرے جائز ہوگا۔ت) بلاکراہت فی الواقع بیٹھ جانا بھی نمازِ جنازہ سے فاصل بیّن ہوسکتا ہے کہ اس کے بعد شبہہ زیادت نہیں، مگر نقض صفوف اس سے بھی اتم واکمل ہے کما لایخفی (جیساکہ پوشیدہ نہیں۔ت) اب بحمد اللہ تعالٰی تمام کلماتِ علماء منظّم ہوگئے اور مسئلہ کی صور ووجوہ مع دلائل شمس وامس کی طرح روشن ہوگئیں۔ بحمد اللہ نہ کلماتِ علماء میں باہم اختلاف ہے نہ اصول وقواعد شرع عقل سے خلاف۔ ہر ایک اپنے اپنے محل پر درست وبجا ہے اور منکرینِ زمانہ کی جہالت وسفاہات سے پاک وجدا۔ ھکذا ینبغی التحقیق واللہ تعالٰی ولی التوفیق (اسی طرح تحقیق ہونی چاہئے اور خدائے برتر ہی توفیق کا والی ہے۔ت) اور ایک نہیں کیا صدہا جگہ دیکھے گا کہ کلماتِ علمائے کرام بظاہر سخت مضطرب ومتخالف معلوم ہوتے ہیں، یہاں تک کہ ناواقف یا سہل گزر جانے والا شدّت تصادم سے پریشان ہوجائے یا رجماً بالغیب خواہ پیشِ خویش کوئی وجہ رجحان سمجھ کر بعض کے اختیار باقی سے اعراض وانکار

[19] مرقات شرح مشکوۃ باب السنن وفضائلہا مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۳ / ۱۱۹

پر آئے اور جب میزان نقد و تحقیق اُس کے ہاتھ میں پہنچے جسے مولا تعالٰی جل وعلا نظرِ تنقیحی سے بہرہ وافی بخشے وہ ہر کلام کو اس کے ٹھیک محل پر اتارے اور بکھرے موتیوں کو متسق نظام میں گوندھ کر سلک معنی سنوارے جس سے وہی مختلف کلمات خود بخود رنگِ ایتلاف پائیں اور سب خدشے خرخشے آفتاب کے حضور شبِ دیجور کی طرح کافور ہو جائیں۔

ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء والله ذوالفضل العظيم ٥ رب او زعنی ان اشکر نعمتك التی انعمت علیّ وعلٰی والدی وان اعمل صالحاترضٰه واصلح لی فی ذریتی انی تبت الیك وانی من المسلمین۔	وہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے اور خدا بڑے فضل والا ہے۔ اے میرے رب ! مجھے یہ نصیب کر کہ میں اُس احسان کا شکر ادا کروں جو تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کیا، اور یہ کہ میں ایسا نیک عمل کروں جسے تو پسند فرمائے۔ اور میرے لئے میری اولاد میں نیکی پیدا کر، بے شک میں تیری جانب رجوع لایا، اور یقیناً میں مسلمانوں سے ہوں (ت)

ہاں باقی رہی امام ابن حامد سے ایک حکایت کہ زاہدی نے قنیہ میں ذکر کی،

حیث قال عن ابی بکر بن حامد، ان الدعاء بعد الصلوٰة الجنازة مکروہ[20]۔	اس کی عبارت یہ ہے کہ ابوبکر بن حامد سے منقول ہے کہ نمازِ جنازہ کے بعد دعا مکروہ ہے (ت)

یہ تو حضرات مانعین کی خوشی کی چیز ہے کہ اس میں قیدِ قیام بھی نہیں، **اقول:** **وبالله التوفیق** (میں کہتا ہوں اور خدا ہی سے توفیق ہے۔ت) یہ تو حضرات منکرین پر بڑی تشنیع کی جگہ ہے کہ اس میں قید قیام بھی نہیں، جس نے ہمارا کلام بالابنظرِ امعان واتقان دیکھا ہے اُس پر روشن ہے کہ انکار میں جس قدر اطلاق زائد، مستدل صاحبوں پر اُتنی ہی آفت سخت، کیا نمازِ جنازہ کے بعد مطلقاً دعا کی کراہت باجماع امّت باطل نہیں، کیا نصوصِ قولیہ وفعلیہ حضور معلّٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم واقوال تمام ائمہ سلف وخلف اس کے بطلان پر شاہد عادل نہیں، کیا یہ اطلاق یونہی عنان گسستہ رہے تو دعائے زیارتِ قبور اس میں داخل نہیں، تو واجب ہوا کہ مطلق بعدیت مراد نہ ہو، بلکہ وہی بعدیت متصلہ بے فاصل بیّن، اب قیدِ قیام خود ہی آگئی کہ یہ بعدیت بے بقائے قیام متصور نہیں **کما قررنا** (جیسا کہ ہم نے بیان کیا۔ت) تو اس کا مرجع بعینہٖ انہیں اقوال

---

20 قنیہ باب الجنائز مطبوعہ مشتہرہ بالمہانندیہ ص ۵۵و۵۶

قسم اول کی طرف اور شبہہ مانعین یکسر بر طرف۔ تحقیق نظر فقہی تو بحمد اللہ یہاں تک بروجہ اتم واجل مذکور ہوئی مگر مخالف متعسفم اس کی حکایت کے ظاہر لفظ میں بالکل آزادی دیکھ کر اپنے موافق ہی کیا چاہے، اور خواہی نخواہی اطلاق و توسیع بعدیت کی طرف کھینچے تو بہت بہتر۔ بعونہ تعالٰی ہم سے ایرادت مناظرانہ لے۔

فاقول اوّلاً بعدیت متصلہ ہے یا مطلقہ یا بین بین اول مخالف کو مضر اور ثانی اجماع و نصوص متواترہ کے خلاف اور ثالث غیر منضبط، نہ ایک تقیید دوسری سے اولٰی بالمقبول تو کلام مجمل اور استناد مہمل، بہر حال مخالف کو گنجائش تمسک نہیں۔

ثانیاً (بعبارت اخری) جب نہ تقیید سے چارہ نہ تسلیم اطلاق کا یارا کہ زیارتِ قبور کے وقت دعا للاموات مخالف بھی جائز مانتا ہوگا، تو اب نظر تعین تقیید میں رہی، قید اتصال کے ظہور و انضباط سے قطع نظر بھی کیجئے تو اقل درجہ احتمال مساوی ہے اور مخالفِ مستدل۔ واذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال (جب کلام میں کئی احتمال آگئے تو ایک پر اس سے استدلال باطل ہوا۔ت)

ثالثاً یہ اطلاق کلمات باقین کے مخالف اگر بوجہ اتحاد و حکم و حادثہ حمل علی المقید کیجئے تو یہ بھی اسی طرف راجع والکلام الکلام ورنہ بسبب مخالفت اکثرین ناقابل قبول۔

فی الدرالمختار من باب التعزیر مطلق فیحمل علی المقید لیتفق کلامھم [21] اھ وقبیل فصل فی الحائط المائل، یحمل اطلاق الفتاوی علی ماوقع مقیدا لاتحاد الحکم والحادثة [22] اھ ونقل نحوہ فی ردالمحتار [23] اٰخر مضاربة عن مجموعة ملا علی المولٰی علی قاری فی المسلك المتقسط اطلاقھم لاینافی تقلید الکرمانی [24] اھ قال الشامی ای	درمختار باب التعزیر میں ہے: یہ مطلق ہے تو مقید پر محمول کیا جائے گا تاکہ کلمات علماء میں باہم اتفاق ہو جائے اھ--- جُھکی ہوئی دیوار سے متعلق فصل سے ذرا پہلے ہے: فتاوٰی کا اطلاق اس پر محمول ہوگا جو مقید واقع ہے کیونکہ حکم اور حادثہ ایک ہی ہے اھ ـــ اسی کے ہم معنی ردالمحتار آخرِ مضاربت میں مجموعہ ملّا علی سے نقل کیا-- اور مولانا علی قاری مسلک متقسط میں فرماتے ہیں: ان حضرات کا اطلاق کرمانی کی تقیید کے منافی نہیں اھ ـــ اس پر

21 درمختار باب التعزیر مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۳۲۶/۱
22 درمختار قبل فصل الحائط المائل مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۲ /۳۰۱
23 ردالمحتار بحوالہ ملا علی آخر باب المضارب مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۵۴۹/۴
24 ردالمحتار بحوالہ المسلک المتقسط باب الجنایات مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۲۴۹/۲

لیحمل المطلق علی المقید [25] اھ و ذکر نحوہ بعد ھذا بقلیل ، قبیل باب الاحصار و قال قبیل باب التیمم قد صرحوا بان العمل بما علیہ الاکثر [26] اھ و فی باب صلاۃ المریض عن امداد الفتاح للعلامۃ الشرنبلالی من ان القاعدۃ العمل بما علیہ الاکثر [27] اھ و اول باب صلٰوۃ الخوف لایعمل بہ لانہ قول البعض [28] اھ وقال العلامۃ البیری فی شرح الاشباہ من قاعدۃ ان الاصل فی الکلام الحقیقۃ لایجوز لاحدالاخذ بہ لان المقرر عند المشائخ انہ متی اختلف فی مسئلۃ فالعبرۃ بما قالہ الاکثر [29] اھ نقلہ فی العقود الدریۃ اٰخر الباب الاول من الوقف۔	شامی نے لکھا: مراد یہ ہے کہ مطلق مقید پر محمول کردیا جائے گا اھ ـــ اسی کے ہم معنی اس سے ذرا بعد باب الاحصار سے تھوڑا پہلے ذکر کیا اور باب التیمم سے ذرا قبل لکھا: علماء نے تصریح فرمائی ہے کہ عمل اُسی پر ہوگا جس پر اکثر ہیں اھ باب صلاۃ المریض میں علامہ شرنبلالی کی امداد الفتاح سے نقل ہے: قاعدہ یہ ہے کہ عمل اس پر ہوگا جس پر اکثر ہوں اھ ـــ شروع باب صلٰوۃ الخوف میں ہے: اس پر عمل نہ ہوگا کیونکہ یہ صرف بعض کا قول ہے اھ --علامہ بیری شرح اشباہ میں قاعدہ "کلام میں اصل حقیقت ہے" کے تحت ایک جگہ لکھتے ہیں: کسی کے لئے اسے اخذ کرنا درست نہیں اس لئے کہ مشائخ کے نزدیک طے شدہ یہ ہے کہ جب مسئلہ میں اختلاف ہو تو اعتبار اس کا ہوگا جس کے قائل اکثر ہوں اھ اسے العقود الدرایۃ میں کتاب الوقف باب اول کے آخر سے نقل کیا (ت)

رابعًا: اس روایت کا حاکی زاہدی محکی فیہ قنیہ و زاہدی معتمد نہ قنیہ معتبر خصوصًا ایسی حکایت میں کہ بمعنی مفیدِ مخالف، اصلًا قواعدِ شرع سے مطابق نہیں۔

فی ردالمحتار اول الطھارۃ کتاب القنیۃ مشھور بضعف الروایۃ [30] اھ وفی	ردالمحتار شروع کتاب الطھارۃ میں ہے: کتاب "قنیہ" ضعفِ روایت میں مشہور ہے اھ،

[25] ردالمحتار باب الجنایات مطبوعہ مصطفٰی البابی مصر ۲/۲۵۰
[26] ردالمحتار قبیل باب التیمم مطبوعہ مصطفٰی البابی مصر ۱/۱۶۶
[27] ردالمحتار باب صلٰوۃ المریض مطبوعہ مصطفٰی البابی مصر ۱/ ۵۶۲
[28] ردالمحتار باب صلٰوۃ الخوف مطبوعہ مصطفٰی البابی مصر ۱/۶۲۵
[29] العقود الدریۃ بحوالہ العلامۃ البیری مطلب فی اختلف فی مسئلۃ الخ حاجی عبدالغفار و پسران تاجران کتب ارگ بازار قندھار ۲/۱۷۵
[30] ردالمحتار کتاب الطھارۃ مطبوعہ مصطفٰی البابی مصر ۱/۵۹

العقود الدرية اٰخر الكتاب ذكر ابن وهبان انه لايلتفت مانقله صاحب القنية يعنى الزاهدى مخالفا للقواعد مالم يعضده نقل من غيره ومثله فى النهر[31] ايضا اھ ونقله ايضافى الدر عن المصنف عن ابن وہبان ، وفى صوم الطحطاوى قبل فصل العوارض بنحو ورقه، القنية ليست من كتب المعتمده[32]۔	العقود الدریۃ آخر کتاب میں ہے: ابن وہبان نے ذکر کیا ہے کہ صاحب قنیہ یعنی زاہدی خلاف قواعد جو نقل کرے اسکی جانب التفات نہ ہوگا جب تک کسی اور سے کوئی نقل اس کی تائید میں نہ ملے۔۔ اسی کے مثل نہر میں بھی ہے۔ اسے در مختار میں مصنف کے حوالے سے ابن وہبان سے نقل کیا ہے ۔۔ اور طحطاوی کتاب الصوم میں فصل عوارض میں قریبًا ایک ورق پہلے ہے: قنیہ کتب معتمدہ سے نہیں۔(ت)

خامسًا زاہدی اس مسئلہ میں بالخصوص متہم کہ وہ مذہب کا معتزلی ہے اور معتزلہ خذلہم اللہ تعالٰی کے نزدیک اموات مسلمین کے لئے دعا محض بیکار كما نص عليه فى شرح العقائد وشرح الفقه الاكبر وغيرهما (جیسا کہ شرح عقائد اور شرح فقہ اکبر وغیرہما میں اس کی تصریح ہے۔ت) اُس کی یہ عادت ہے کہ مسائل اعتزال اپنی کتاب میں داخل کرتا ہے۔

كمافعل فى مسئلة فى الاشربة ومسئلة فى الذبائح و مسئلة فى الحج وغيره ذلك كما بينه فى الدر المختار وردالمحتار وغيرہما فى مواضعه۔	جیسا کہ اشربہ کے ایک مسئلہ، ذباح کے ایک مسئلہ، حج کے ایک مسئلہ میں، اور بھی مسائل میں اس نے ایسا کیا ہے، جیسا کہ در مختار و ردالمحتار و غیرہما میں اس کے مقامات پر مذکور ہے۔(ت)

اس کا استاذ الاستاذ زمخشری بھی اس کا خوگر ہے۔ فرق اتنا ہے کہ وہ آپ کچھ بکے مگر نقل میں ثقہ ہے بخلاف زاہدی کے اس کی نقل پر بھی اعتماد نہیں۔ ان سفہا نے حنفیت کا نام بدنام کرکے فروع میں بعض وہ خفی شرارتیں بھر دیں جن سے بعض مصنفین نے بھی دھوکا کھایا اور شدہ شدہ وہ نقول متعدد کتب میں پھیل گئیں جو آج تک حضرات نجدیہ وامثالہم کے نزدیک علق نفیس وغنیمت بارِ وہ ہیں اس کا بعض بیان فقیر غفراللہ تعالٰی اپنی کتاب حیاۃ الموات فی بیان سماع الاموات میں کیا وباللہ التوفیق

[31] العقود الدریۃ نقل الزاہدی لایعارض نقل المعتبرات مطبوعہ حاجی عبدالغفار وپسران تاجرانِ کتب ارگ بازار قندھار ۲/ ۳۶۵

[32] حاشیہ الطحطاوی علی الدر المختار قبیل فصل فی العوارض مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۱/ ۴۶

سادسًا وہ بیچارہ خود بھی اس حکایت کو بلفظ عن کہ مشیر غرابت وتمریض ہے نقل کرتا آخر میں اسی قولِ اکثر کی راہ پر چلتا ہے۔

حیث قال بعد ما مر و قال محمد بن الفضل لاباس بہ ظ ولایقوم الرجل بالدعاء بعد صلٰوۃ الجنازۃ قال رضی اللہ تعالٰی عنہ لانہ یشبہ الزیادۃ فی صلٰوۃ الجنازۃ[33] اھ فافہم	اس طرح گزشتہ عبارت کے بعد وہ کہتا ہے: اور محمد بن فضل نے کہا: اس میں کوئی حرج نہیں، ظ۔ اور بعد نماز جنازہ آدمی دُعا کے لئے نہ ٹھہرے، امام موصوف رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا اس لئے کہ یہ نمازِ جنازہ میں زیادتی واضافہ سے مشابہت رکھتا ہے اھ۔ اسے سمجھو۔ (ت)

سابعًا سب جانے دو، تو غایت درجہ یہ بھی بعض مشائخ سے ایک حکایت سہی، اب ترجیح مطلوب ہوگی۔ کتبِ فقہ میں فتوٰی جانبِ جواز ہے۔ کشف الغطاء میں بعد ذکر عبارت قنیہ وغیرہا لکھا:

فاتحہ ودُعا برائے میّت پیش از دفن درست است وہمیں است روایت معمولہ کذا فی الخلاصۃ الفقہ انتہی[34]۔	میّت کے لئے دفن سے پہلے فاتحہ ودعا درست ہے اور یہی روایت معمول بہا ہے۔ ایسا ہی خلاصۃ الفقہ میں ہے انتہٰی (ت)

علامہ شامی افادہ فرماتے ہیں کہ یہ لفظ فتوٰی یعنی ہمیں است روایت معمولہ (یہی روایت معمول بہا ہے۔ت) قوت وشوکت میں علیہ الفتوی وبہ یفتی (فتوٰی اسی پر ہے۔ت) کے برابر ہے جو آکد الفاظ افتاء ہیں۔

فی الدرالمختار لفظ الفتوی اٰکد من لفظ الصحیح والاصح والاشبہ وغیرہا[35] فی ردالمحتار ویظہر لی ان لفظ وعلیہ العمل مساوٍ للفظ الفتوی[36] اھ۔	درمختار میں ہے: لفظ فتوٰی، لفظ صحیح، اصح، اشبہ وغیرہا سے زیادہ مؤکد ہے ــــ ردالمحتار میں ہے میرا خیال ہے کہ لفظ "علیہ العمل" (اسی پر عمل ہے) لفظ فتوٰی کے برابر ہے اھ (ت)

[33] قنیہ باب الجنائز مطبعۃ المشتہرۃ بالمھانندیۃ ص ۵۶
[34] کشف الغطاء فصل ششم نماز جنازہ مطبع احمدی دہلی ص ۴۰
[35] درمختار مقدمۃ الکتاب مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۵
[36] ردالمحتار مقدمۃ الکتاب مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۵۴

الحمدللہ کہ حق بہمہ وجوہ ظاہر وباہر اور ہر شک ووہم زائل وبائر ہوا۔ امید ہے کہ اس فتوے میں اول تاآخر جتنے جواہر زواہر ہدیہ انظار اولی الابصار ہوئے سب حصّہ خاصہ خامہ فقیر ہوں کہ اس تحریر کے سوا کہیں نہ ملیں۔

ذٰلك من فضل اللّٰه علینا وعلی الناس ولکن اکثر الناس لایشکرون والحمدللّٰه ربّ العٰلمین و الصلٰوۃ والسلام علی اجود الاجودین سیّدنا و مولٰنا محمد واٰلہٖ وصحبہ اجمعین۔	یہ خداکا فضل ہے ہم پر اور لوگوں پر، لیکن اکثر لوگ شکر ادا نہیں کرتے۔اور ساری تعریف اللہ کے لئے جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے، اور درود وسلام سخی تر لوگوں میں سب سے زیادہ جود وسخا والے ہمارے آقا ومولا اور ان کی تمام آل واصحاب پر (ت)

بالجملہ عباراتِ فقہاء صرف دو۲ صورتوں سے متعلق ہیں: ایک بعد نماز جنازہ اسی ہیئت پر بدستور صفیں باندھے وہیں کھڑے دُعا کرنا۔ دوسرے قبل نماز خواہ بعد نماز دعائے طویل کی خاص غرض سے امر تجہیز کو تعویق میں ڈالنا۔ ظاہرًا اس صورت میں کراہت تحریمی تک ہوسکتی ہے اور صورت اولٰی میں تنزیہی۔ ابھی مرقاۃ سے گزرا کہ ایہام زیادت مورثِ کراہت تنزیہ ہے وبس، جس کا حاصل خلافِ اولٰی یعنی بہتر نہیں، نہ یہ کہ ممنوع وناجائز ہو۔ بعض علمائے لکھنؤ نے جو اپنے بعض رسائل میں مکروہ تنزیہی کو گناہ صغیرہ لکھ دیا سخت ذلت کبیرہ جس کے بطلان پر صدہا کلمات آیمہ ودلاءل شرعیہ ردمیں چند مختصر سطور مسمّٰی بہ جُمَل مجلیۃ ان المکروہ تنزیھا لیس بمعصیۃ لکھیں۔ خیر یہ دو۲ صورتیں تھیں جن سے کلماتِ فقہا باحث، ان کے سوا تمام صورِ دعا جن میں دُعا کی غرض سے تاخیر کریں نہ بعد نماز اُس انداز پر ہو بلکہ مثلاً صفیں توڑ کر دعائے قلیل یا بوجہ خاص جنازہ میں دیر کی حالت میں دعائے طویل اصلا مضائقہ نہیں رکھتی، نہ کلماتِ علماء میں ان کا انکار، بلکہ وہ عام مامور بہ کے تحت میں داخل اور مستحب شرعی کی فرد ہے۔ باقی کلام فتوٰیِ اولیمیں مذکور ہوا، وباللّٰه التوفیق ،واللّٰه سبحانہ، تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

الحمدللہ کہ یہ مبارک جواب موضع صواب چار دہم، رجب مرجب، روز جاں افروز دو شنبہ کو وقت چاشت شروع اور وقتِ عشاء تمام اور بلحاظ تاریخ بذل الجوائز الدعاء بعد الصلاۃ الجنائز نام ہوا۔

واٰخر دعوٰنا ان الحمد للّٰه رب العٰلمین والصلٰوۃ و اکمل السلام علٰی سید المرسلین محمد واٰلہٖ وصحبہ اجمعین۔اٰمین!	اور ہماری آخری پکار یہ ہے کہ ساری حمد خداکے لئے جوسارے جہانوں کا مالک ہے اور بہتر درود، کامل تر سلام رسولوں کے سردار حضرت محمد اوران کی تمام آل واصحاب پر الٰہی قبول فرما (ت)